قتلِ عمد میں جرگہ فیصلوں کا جائزہ: شرعی تناظر میں

Jirga's Decisions Regarding First Degree Murder Cases: in Light of Shariah

جاوید خان[i] قیصر بلال[ii]

Abstract

Almighty Allah bestowed honor and respect to mankind. Allah says in Quran[1] وَلَقَدكَرمنَا بَنِی اٰدَمَ and ordered angels for prostration to Adam A.S.[2] keeping in view the honor of mankind, the murder of single person counts as the murder of entire humanity.[3] Almighty Allah is very kind and compassionate to his servants and described definite commands and orders about such delinquencies and crimes which are acceptable to everyone. In order to resolve the disputes, the authorized body, which is responsible to execute these commands and rulings, are Judges or rulers of the country. Although, Pakhtun Society used to practice local justice system "Jirga" along with introduced justice systems to resolve the murder cases of different nature. Normally, cases of first-degree murder or murder by mistake are handled by Jirga system and such cases are very sensitive and having severe nature results to critical effects and consequences in the society. In the light of mentioned status and importance, need is felt to assess this Jirga ruling in light of Shariah.

The present study will mainly focusses on different areas regarding first-degree murder nature, Jirga rulings and its procedures in comparison with Sharia.

---

i لیکچرر اسلامیات، یونیورسٹی آف سوات

ii لیکچرر اسلامیات، نیشنل یونیورسٹی آف کمپیوٹر اینڈ ایمرجنگ سائنسز، پشاور

پختون معاشرے میں لڑائی جھگڑوں اور تنازعات کے حل کے لئے عدالتی نظام کے ساتھ ساتھ نجی طور پر مقامی اکابرین کا ایک گروہ مل کر اس مسئلے کو حل کرتا ہے عرف میں اس کو جرگہ کہا جاتا ہے۔ اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"کسی قانون کا سہارا لئے بغیر بااثر لوگوں کا فریقین کے معاملات اور جھگڑوں کو باہمی گفت وشنید کے ذریعے حل کرنے کو "جرگہ" کہتے ہیں[4]۔"

شاہ سوار خان ممہ خیل مروت[5] "جرگہ" کے متعلق لکھتے ہیں:

"جرگہ ایسے اکابرین اور جاننے والوں کے گروہ کو کہتے ہیں جو فیصلہ کرنے کا علم اور قوت رکھتے ہوں اور اُن کو فریقین کی جانب سے بااختیار بنادیا گیا ہو، گویا یہ حضرات قوموں کے فیصلے کرتے ہیں اور کسی معاملے کو حل کرنے کے لئے مخصوص وقت میں اکھٹے ہوتے ہیں[6]۔"

جرگہ مختلف نوعیت کے مسائل کو حل کرنے میں اپنا کردار ادا کرتی ہے تاہم یہاں صرف قتلِ عمد کے متعلق اس کے مختلف فیصلوں کا شرعی جائزہ لیا جائے گا۔

قتلِ عمد کی تعریف

قتل عمد کا مطلب ہے کہ قصداً وارداتاً اسلحے یا تیز دھار آلے سے کسی کی جان لے لینا۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب "ھدایہ" میں اس کی تعریف یوں لکھی گئی ہے:

فَالعَمَدُ مَاتَعَمَّدَ ضَربُه بِسَلَاحٍأَومَاأُجرِيَ مَجرَى السَّلَاحِ كَالمحَدَّ دِ مِن الخَشَبِ وَالقَصَبِ وَالمروَةِ المحَدَّدَةِ وَالنَّارِ[7]

"قتل عمد وہ ہے جس میں قصداً کسی کو اسلحے یا اسلحے کے قائم مقام چیز جیسے دھاری دار لکڑی، تیز دھار نل، پتھر اور آگ وغیرہ سے مارا جائے۔"

قتلِ عمد کا حکم

قتل عمد کی صورت میں قاتل دنیوی اور اخروی سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ دنیوی سزا کے طور پر قتل عمد کے قاتل کو بطور قصاص (بدلے کے طور پر) قتل کیا جائے گا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى[8]

"اے ایمان والو! قتل کی صورت میں تم پر قصاص (بدلہ لینا) فرض کیا گیا ہے۔"

اخروی سزا کے طور پر ایسے قاتل کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا[9]

"جو شخص کسی مسلمان کو قصداً (بغیر کسی گناہ کے) قتل کرے گا تو اس کی سزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور اس پر اللہ کی غضب اور لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

قتل عمد کی صورت میں جرگہ کا اختیار، شرعی تناظر میں

قتل عمد کی صورت میں اخروی سزا کا تعلق اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ ہے جب کہ دنیوی سزا (قصاص) کا حق شریعت مطہرہ نے قاضی اور امام کو دیا ہے کہ وہ تحقیقات کے بعد مکمل اطمینان کرکے قاتل کو قصاصاً قتل کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اس لئے کہ مقدمہ قتل عمد میں اگر قاتل کی بے گناہی کا شبہ پیدا ہو جائے تو قاضی کے لئے ایسے مجرم کو قصاصاً قتل کرنا جائز نہ ہوگا اور یوں قصاص کی سزا ساقط ہو جائے گی اگرچہ دوسرے قرائن اور گواہوں کی وجہ سے اور سزائیں دی جاسکتی ہیں لیکن قصاص کے لئے بے غبار اور بے شبہ گواہیاں یا اقرار ضروری ہوتا ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ قاضی اور امام کے علاوہ ثالثین اور جرگہ اراکین قصاص جاری کرنے کا اختیار رکھتے ہیں یا نہیں؟ تو اس کی وضاحت صاحب ہدایہ (م: ۵۹۳) نے یوں کی ہے:

وَلاَ يَجُوزُ التَّحكِيمُ فِى الحُدُودِ وَالقِصَاصِ لِأَنَّهُ لاَ وِلاَيَةَ لَهُمَا عَلىٰ دَمِهِمَاوَلِهٰذَا لاَيَملِكَانِ الاِبَاحَةَ فَلَا يُستَبَاحُ بِرِضَاهُمَا[10]

"حدود اور قصاص میں تحکیم (ثالث کے ذریعے فیصلہ کرنا) جائز نہیں اس لئے کہ فریقین کو اپنے آپ پر (مارنے کا) اختیار نہیں اس وجہ سے وہ اپنا خون مباح نہیں کر سکتے کہ ان کی رضامندی سے مباح ہو جائے۔"

اگرچہ قصاص کے معاملے میں ثالثین کو اختیار دینے کا مسئلہ اختلافی ہے لیکن صحیح قول یہی ہے کہ ثالثین حضرات قتل عمد کی صورت میں قصاص جاری کرنے کا اختیار نہیں رکھتے کہ وہ قاتل کو قصاصاً قتل کرلیں اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ثالث کے حق میں اس قسم کے اختیارات کے ثابت ہونے میں چونکہ اختلاف ہے اسی وجہ سے قصاص جاری کرنے کے اختیارات میں شک و شبہ پیدا

ہو جاتا ہے اور حدود وقصاص شبہ کی صورت میں ساقط ہو جاتے ہیں جیسا کہ صاحب عنایہؒ (م:۷۸۶ھ) نے فرمایا ہے:

أَلحُدُودُ وَالقِصَاصُ لاَتَستَوفِى بِالشُّبهَاتِ[11]

"حدود اور قصاص شبہات پیدا ہونے کی صورت میں جاری نہیں ہو سکتے۔"

ان دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ ثالثین یعنی اراکین جرگہ کے لئے قتل عمد کے مقدمے میں قاتل (مجرم) کو قصاصاً قتل کرنے کا اختیار نہیں البتہ ثالثین اوراکینِ جرگہ قصاص کے علاوہ صلح کر کے دوسرے فیصلے کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اس پر قرآن کریم کی یہ آیت دال ہے جس میں میں قصداً قتل کئے گئے شخص کے اولیاء کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے:

فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ[12]

"جس (قاتل) کو مقتول کے بھائیوں (اولیاء) کی طرف سے کچھ معاف کیا جائے تو پھر اس کو دستور کے موافق اور اچھے طریقے سے ادائیگی کرنی چاہیے۔"

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قتل عمد میں مقتول کے اولیاء صلح کر سکتے ہیں جیسا کہ امام جصاص (م:۳۷۰ھ) نے فرمایا ہے:

إنَّ الْآيَةَ اقْتَضَتْ جَوَازَ الصُّلْحِ......وَلَوْ صَالَحَ مِنْ دَمِ عَمْدٍ عَلَى مَالٍ بِاتِّفَاقِ الْجَمِيعِ قُبِلَ ذَلِكَ فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ دَمَ الْعَمْدِ مَالٌ فِي الْأَصْلِ لَوْلَا ذَلِكَ لَمَا صَحَّ الصُّلْحُ كَمَا لَمْ يَصِحَّ عَنْ حَدِّ الْقَذْفِ[13]

"بے شک یہ آیت صلح کے جائز ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔۔۔ اور اگر قتل عمد میں سب ورثاء کے اتفاق سے مال پر صلح کی جائے تو اس صلح کو قبول کیا جائے گا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دم عمد اصل میں مال ہے اس لئے کہ اگر یہ مال نہ ہو تو اس کے بدلے صلح کرنا درست نہ ہوتا جیسا کہ حد قذف پر صلح کرنا درست نہیں۔"

قتل عمد کی صورت میں جرگہ کے پختون معاشرے میں رائج فیصلے

قتل عمد کی صورت میں عام طور پر پختون معاشرے میں دیکھا جاتا ہے کہ جرگہ فریقین کے مابین صلح کر کے قاتل فریق کو درجہ ذیل تمام باتوں یا ان میں سے چند ایک کا پابند بناتا ہے:

1. دیت کے نام پر اولیائے مقتول کو رقم دے کر راضی کرنا

2. قاتل فریق کی بچی کا "سورہ" کے نام پر مقتول فریق کے کسی فرد سے نکاح کروانا
3. فریقین میں صلح کر کے ارد گرد کے علاقے والے اور فریقین کے رشتہ داروں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا
4. مقتول فریق سے معافی مانگنا
5. قرآن کریم پر حلف اٹھانا کہ آئندہ اس مسئلہ میں نہیں لڑیں گے
6. جلاوطن کرنا
7. "بدل" کی صورت میں صرف ایک دوسرے کو معاف کرنا

مذکورہ فیصلوں کی شرعی حیثیت

1. دیت کے نام پر اولیائے مقتول کو رقم دینا

شریعت مطہرہ نے تمام ورثائے مقتول کو "قصاص" کے حق میں شریک کیا ہے جیسا کہ صاحب البدائعؒ (م:۵۸۷ھ) نے لکھا ہے:

فَإِنْ كَانَ لَهُ وَارِثٌ فَالْمُسْتَحِقُّ لِلْقِصَاصِ هُوَ الْوَارِثُ كَالْمُسْتَحِقِّ لِلْمَالِ؛ لِأَنَّهُ حَقٌّ ثَابِتٌ، وَالْوَارِثُ أَقْرَبُ النَّاسِ إلَى الْمَيِّتِ فَيَكُونُ لَهُ، ثُمَّ إنْ كَانَ الْوَارِثُ وَاحِدًا اسْتَحَقَّهُ، وَإِنْ كَانَ جَمَاعَةً اسْتَحَقُّوهُ عَلَى سَبِيلِ الشَّرِكَةِ كَالْمَالِ الْمَوْرُوثِ عَنْهُ[14]

"اگر مقتول کا کوئی وارث ہو تو قصاص لینے کا حق اسی ہی کا ہو گا کہ یہ بھی ایک ثابت حق ہے جیسا کہ مال کا حق اسے ہوتا ہے اور لوگوں میں سے میت کے قریب تر ہی میت کا وارث ہوتا ہے تو اسی کو حقِ قصاص حاصل ہے، پھر اگر وارث اکیلا ہو تو وہ مستحقِ قصاص ہے اور اگر زیادہ ہوں تو وہ سب اس حق میں شریک ہوں گے جیسا کہ میراث کے مال میں سب شریک ہوتے ہیں۔"

چونکہ قصاص کا حق تمام ورثائے مقتول کو حاصل ہوتا ہے، اس لئے اگر ورثائے مقتول میں سے بعض ورثاء قاتل کو معاف کر لیں تو ایسی صورت میں قصاص کا حکم تمام ورثاء کے حق میں ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ قصاص تقسیم نہیں ہو سکتا کہ بعض اولیاء کی طرف سے قصاص لیا جائے اور

بعض کی خاطر معاف کیا جائے ایسی صورت میں مال یعنی دیت واجب ہو جاتا ہے۔ علامہ کاسانیؒ (م:۵۸۷ھ) نے اس کے متعلق لکھا ہے:

فَأَمَّا إِذَا كَانَ اثْنَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ فَعَفَا أَحَدُهُمَا سَقَطَ الْقِصَاصُ عَنْ الْقَاتِلِ؛ لِأَنَّهُ سَقَطَ نَصِيبُ الْعَافِي بِالْعَفْوِ فَيَسْقُطُ نَصِيبُ الْآخَرِ ضَرُورَةَ أَنَّهُ لَا يَتَجَزَّأُ إِذْ الْقِصَاصُ قِصَاصٌ وَاحِدٌ فَلَا يُتَصَوَّرُ اسْتِيفَاءُ بَعْضِهِ دُونَ بَعْضٍ، وَيَنْقَلِبُ نَصِيبُ الْآخَرِ مَالًا بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ الْكِرَامِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ[15]

"اگر اولیائے مقتول دو یا زیادہ ہوں اور ان میں سے ایک قاتل کو معاف کر لے تو قاتل سے قصاص ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ معاف کرنے والا کا حصہ معاف کرنے سے ساقط ہو جائے گا اور باقی شرکاء کا حصہ مجبوراً ساقط ہو گا کہ قصاص کو ایک ہونے کی وجہ سے تقسیم نہیں کیا جا سکتا کہ بعض کے لئے تو قصاص لیا جائے اور بعض کے لئے چھوڑا جائے لہٰذا صحابہ کرام کے اجماع کے ساتھ دوسروں کا حق قصاص "مال" میں تبدیل ہو جائے گا۔"

یہ بات تو متعین ہے کہ قصاص کے ساقط ہونے سے مال لازم ہو گا لیکن وضاحت طلب امر یہ ہے کہ قصاص کے ساقط ہونے کی صورت میں دیت[16] لازم ہے یا وہ مال جس پر صلح ہو جائے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اولیائے مقتول قاتل کے ساتھ صلح نہ کریں اور ان میں سے ایک یا زیادہ نے قاتل کو معاف کیا ہے تو ایسی صورت میں قاتل کو قتل کرنا جائز نہیں اور قاتل کے ذمے دیت کی ادائیگی لازم ہے اور اس میں معاف کرنے والوں کا حصہ نہیں ہو گا اور باقی ورثاء کو میراث کے حصے کے بقدر دیت میں حصہ مل جائے گا، اس بات کی وضاحت میں مفتی محمد شفیعؒ (م:۱۹۷۶ء) لکھتے ہیں:

"اگر قتل عمد میں قاتل کو پوری معافی دے دی جائے مثلاً مقتول کے وارث صرف اس کے دو بیٹے تھے اور ان دونوں نے اپنا حق معاف کر دیا تو قاتل پر کوئی مطالبہ نہ رہا اور اگر پوری معافی نہ ہو مثلاً صورت مذکورہ میں دو بیٹوں میں سے ایک نے معاف کیا دوسرے نے معاف نہیں کیا تو سزائے قصاص سے تو قاتل بری ہو گیا لیکن معاف نہ کرنے والے کو نصف دیت (خون بہا) دلایا جائے گا۔۔۔ اور جس طرح ناتمام معافی سے مال واجب ہو جاتا ہے اس طرح اگر باہم کسی قدر مال پر مصالحت ہو جاوے تب بھی قصاص ساقط ہو کر مال واجب ہو جاتا ہے[17]۔"

اس طرح فریقین اگر صلح پر راضی ہو جائیں اور مال کے بدلے صلح کر لیں تو بھی جائز ہے اور اگر دیت پر صلح کر لیں تو ایسا کرنا بھی ان کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی عوض پر حق قصاص سے دستبردار ہو جائیں چنانچہ فتاویٰ ہندیہ جو فقہ حنفی کی ایک مشہور فتاویٰ ہے اس میں لکھا ہے:

يَجُوزُ الصُّلْحُ عَنْ جِنَايَةِ الْعَمْدِ وَالْخَطَأِ فِي النَّفْسِ وَمَا دُونَهَا إِلَّا أَنَّهُ لَوْ صَالَحَ فِي الْعَمْدِ عَلَى أَكْثَرَ مِنْ الدِّيَةِ جَازَ،وَيَكُونُ الْمَالُ حَالًّا عَلَى الْجَانِي فِي مَالِهِ[18]

"قتل عمد اور خطا میں جان کے بدلے یا اس سے کم میں صلح کرنا جائز ہے ہاں اگر قتل عمد میں دیت سے زائد مال پر صلح کر لیں تو جائز ہے اور قاتل کے ذمے مال کا فوراً ادا کرنا ضروری ہے۔"

2. قاتل فریق کی بچی کا "سورہ" کے نام پر مقتول فریق کے کسی فرد سے نکاح کروانا

رسم "سورہ" کے تحت "جرگہ سسٹم" کے ذریعے قتل، بدکاری یا دوسرے جرائم میں صلح کرانے کے لئے متاثرہ فریق کو ایک بچی دی جاتی ہے جو اپنے مجرم باپ، بھائی یا چچا وغیرہ کے کئے ہوئے گناہ میں قربانی دیتی ہے۔ آج کے تصور کے پیش نظر یہ بچی بطور بدلِ صلح یا بطورِ جرمانہ کے ،دوسرے فریق کے حوالے کی جاتی ہے۔اس رسم کو "سورہ" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔رسم "سورہ" کے تحت دی جانے والی بچی کا نکاح عموماً اپنے ہم عمر کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ عمر میں اس سے کافی بڑے کے ساتھ نکاح کیا جاتا ہے۔ایسے نکاح کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ ذیل میں تفصیلی یہ حکم بیان کیا جاتا ہے۔

رسم "سورہ" ایک جاہلانہ رسم ہے اس لئے کہ غلطی کسی ایک ہوتی ہے اور سزا کے طور پر دوسری بچی کو قربانی دینی پڑتی ہے لیکن اگر کہیں ایسا نکاح ہو جائے تو لڑکی کی حالت کو دیکھا جائے گا۔

- ✓ اگر لڑکی بالغ ہو اور والد یا دادا نے اس کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کیا ہو اور اس سے اجازت بھی نہ لی ہو اور نکاح کے بعد بھی لڑکی اس نکاح پر ناراض ہو تو اس طرح کا نکاح نافذ نہ ہو گا اور باطل تصور کیا جائے گا:

لَا يَجُوزُ نِكَاحُ أَحَدٍ عَلَى بَالِغَةٍ صَحِيحَةِ الْعَقْلِ مِنْ أَبٍ أَوْ سُلْطَانٍ بِغَيْرِ إِذْنِهَا بِكْرًا كَانَتْ أَوْ ثَيِّبًا فَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَالنِّكَاحُ مَوْقُوفٌ عَلَى إجَازَتِهَا فَإِنْ أَجَازَتْهُ؛ جَازَ، وَإِنْ رَدَّتْهُ بَطَلَ[19]

"بالغہ اور صحیحۃ العقل خاتون کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کسی کے لئے جائز نہیں چاہے والد ہو یا سلطان، اور ایسی بالغہ اور صحیحۃ العقل باکرہ یا ثیبہ، چنانچہ اگر (اسکی اجازت کے بغیر) کوئی اس کا نکاح کرادے تو یہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر اس نے اجازت دی تو نکاح درست ہے ورنہ باطل ہو جائے گا۔"

- ✓ اگر لڑکی نابالغ ہو اور والد یا دادا نے خیر خواہی اور شفقت کا پہلو ترک کرتے ہوئے خود غرضی، طمع یا مفاد پرستی کی بنیاد پر نکاح کرایا ہو اور یہ والد اور دادا معاشرے میں اپنی بے ہودگی ،بے غیرتی اور خود غرضی میں مشہور ہو تو ایسی بچی کو بلوغت کے بعد اپنے نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ عدالتی طریقہ سے اپنے نکاح کو فسخ کرلے لہٰذا اگر والد و دادا بظاہر نیک نام ہوں لیکن یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ "سورہ" میں نکاح کرائے جانے والی بچی کو انہوں نے محض اپنی خواہشات کے بھینٹ چڑھایا ہے تو شفقت اور خیر خواہی کی وہ علت مفقود ہوگئی جس کی بنیاد پر ان کو ولایت اجبار حاصل تھا اس لئے بظاہر اس قسم کے نکاح کو جائز اور نافذ کہنا مشکل ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

لَوْ عُرِفَ مِنْ الْأَبِ سُوءُالِاخْتِيَارِ لِسَفَهِهِ أَوْ لِطَمَعِهِ لَا يَجُوزُ عَقْدُهُ إجْمَاعًا---وَبِهِ عُلِمَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْأَبِ مَنْ لَيْسَ بِسَكْرَانَ وَلَا عُرِفَ بِسُوءِ الِاخْتِيَار[20]

"اگر باپ سے اس کی بے وقوفی یا طمع کی وجہ سے اختیار کا غلط استعمال ثابت ہو جائے تو وہ عقد بہ اجماع جائز نہیں۔۔۔۔اس سے معلوم ہوا کہ باپ سے مراد وہ ہے جو نشہ میں نہ ہو اور مشہور بہ سوء اختیار نہ ہو۔"

الدر المختار میں ہے:

وَكَذَا لَوْ كَانَ سَكْرَانَ فَزَوَّجَهَا مِنْ فَاسِقٍ، أَوْ شِرِّيرٍ، أَوْ فَقِيرٍ، أَوْ ذِي حِرْفَةٍ دَنِيَّةٍ لِظُهُورِ سُوءِ اخْتِيَارِهِ[21]

"اس طرح اگر نشے کی حالت میں اپنی بیٹی کا نکاح کسی فاسق، شریر، فقیر یا خفیف پیشے والے کے ساتھ کروایا تو سوء اختیار کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یہی حکم ہے (کہ وہ نکاح نافذ نہیں ہوگا)۔"

یہی موقف دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (جو ایک عظیم علمی ادارہ ہے) کے فتاویٰ "فتاویٰ حقانیہ" میں بھی اختیار کیا گیا ہے کہ ایسی مظلوم لڑکی کو باپ کے سوء اختیار کی وجہ سے خیارِ بلوغ حاصل ہے[22]۔

✓ اگر والد نے یہ نکاح اس کی رضامندی سے کیا ہو اور وہ خود اپنی رضامندی سے سفیرِ امن بن کر اس دشمنی کو ختم کرنے کے لئے تیار ہو تو اس طرح کا نکاح جائز اور نافذ رہے گا۔

3. فریقین میں صلح کر کے ارد گرد کے علاقے والے اور فریقین کے رشتہ داروں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا

قتل عمد کی صورت میں شرعی سزا "قصاص" مقرر ہے لیکن اراکین جرگہ کو قصاص لینے کا اختیار نہیں البتہ فریقین کے مابین صلح کرنے کا اختیار بہر حال "اراکین جرگہ" کو حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ فریقین صلح کرنے کے لئے راضی ہوں۔ اس لئے کہ قتل عمد کے باب میں قرآن کریم نے جب قصاص کا تذکرہ کیا ہے تو اس کے فوراً بعد اولیائے مقتول کو معاف کرنے اور صلح کرنے کا اختیار بھی دیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيم[23]

"اے ایمان والو! مقتولوں میں تم پر برابری (قصاص) فرض ہوا، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، عورت کے بدلے عورت کو قتل کیا جائے گا۔ پھر جس کو اولیائے مقتول کی طرف سے کچھ معافی مل گئی تو اولیائے مقتول کو دستور کے موافق مطالبہ کرنا اور قاتل کو اچھے طریقے سے ادائیگی کرنا (ضروری ہے) یہ (دیت اور عفو کا قانون) تمھارے پروردگار کی طرف سے (سزا میں) تخفیف اور رحم ہے اور جو شخص اس کے بعد زیادتی کرے گا تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں امام جصاصؒ (م: ۳۷۰ھ) نے لکھا ہے کہ قتل عمد کی صورت میں اولیائے مقتول کو صلح کرنے کا اختیار حاصل ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

إنَّ الْآيَةَ اقْتَضَتْ جَوَازَ الصُّلْحِ.....وَلَوْ صَالَحَ مِنْ دَمٍ عَمْدٍ عَلَى مَالٍ بِاتِّفَاقِ الْجَمِيعِ قُبِلَ ذَلِكَ فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ دَمَ الْعَمْدِ مَالٌ فِي الْأَصْلِ لَوْلَا ذَلِكَ لَمَا صَحَّ الصُّلْحُ[24]

"یہ آیت صلح کے جائز ہونے کا تقاضا کرتی ہے ۔۔۔اگر قتل عمد کی صورت میں تمام اولیائے مقتول کے اتفاق سے مال پر صلح کیا جائے تو اس کو قبول کیا جائے گا یہ اس بات پر شاہد ہے کہ دم عمد حقیقت میں مال ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو صلح صحیح نہ ہوتی۔"

اس آیت سے اولیائے مقتول کے لئے صلح کرنے کا اختیار ثابت ہو گیا چاہے وہ صلح معاف کرنے کی صورت میں ہو یا مال کے بدلے میں، دونوں جائز ہیں۔

قتل عمد کی صورت میں "جرگہ" اپنی پختون روایات کو برقرار رکھتے ہوئے جارح فریق کو پابند کرتا ہے کہ وہ گاؤں، علاقے کے لوگوں کے لئے اور فریقین کے رشتہ داروں کے لئے کھانے پینے کا انتظام کرے گا اس کے لئے عام طور پر چاول اور گوشت یا بھیڑ دنبوں کی مقدار و تعداد متعین کی جاتی ہے اور ایک خاص متعین کردہ دن کو لوگ اس کھانے میں شریک ہوتے ہیں۔ شرعی اعتبار سے قتل عمد کی صورت میں جرگہ (ثالثین) اگر فریقین کی رضامندی سے ایسا فیصلہ کرلیں تو یہ بدلِ صلح کا حصہ ہو کر جائز رہے گا کہ قتل عمد کے صلح میں گنجائش زیادہ ہوتی ہے یہاں تک کہ دیت سے زیادہ مقدار پر بھی صلح کیا جا سکتا ہے[25]۔

4. مقتول فریق سے معافی مانگنے کا شرعی جائزہ

قتل عمد کی صورت میں "جرگہ" قاتل فریق کو مقتول فریق سے معافی مانگنے پر مجبور کرتا ہے جس کو پختون معاشرے میں "ننواتے" کہا جاتا ہے اور شرعی تعلیمات کی رو سے یہ واضح ہے کہ جارح اور ظالم کا مجروح اور مظلوم سے معافی مانگنا اور مظلوم کا اس کو معاف کرنا جائز کیا بلکہ مستحسن ہے لہٰذا جرگہ کا ظالم کو مجبور کر کے مظلوم سے معافی منگوانا جائز ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ اَخِيْهِ شَيْئٌ "جس شخص کو مقتول کے اولیاء کی طرف سے کوئی چیز معاف کی گئی۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتول کے اولیاء قاتل کو معاف کر سکتے ہیں اور عرف میں یہ بات واضح ہے کہ معافی ہمیشہ مانگنے کے بعد ہی ملتی ہے لہٰذا جرگے کا قاتل کے متعلق معافی مانگنے کا فیصلہ کرنا جائز ہے البتہ یہ خیال رہے کہ معافی مانگنے میں شریعت کے دوسرے اصولوں کو مدنظر رکھا جائے کہ ان سے تجاوز نہ ہو۔

5. صلح کے دوران قرآن کریم پر حلف اٹھانا

جرگہ جب فریقین کے مابین صلح کرتی ہے تو قتل مقاتلے کی صورت میں فریقین سے لوگوں کے سامنے قرآن کریم پر ہاتھ رکھوا دو قسم کے حلف لئے جاتے ہیں اول یہ کہ دونوں فریق آئندہ کے لئے اس مسئلے میں نہیں لڑیں گے اور اس کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ صلح کرنے میں مدعٰی علیہ فریق اگر قتل عمد کے اقرار سے منکر ہو اور مدعی فریق کے پاس گواہ نہ ہو تو اس صورت میں مدعی فریق کی دلجوئی اور تسلی کے لئے جرگہ منکر فریق کو قسم دیتی ہے کہ اس نے یہ قتل نہیں کیا ہے۔

پہلی صورت کے مطابق، شرعی اعتبار سے قرآن کریم پر حلف لے کر آئندہ کے لئے ممکنات میں سے کوئی عزم کرنا شرعی اصطلاح میں "یمین منعقدہ" کہلاتا ہے جس کا حکم یہ ہے کہ حلف کے بعد شرعی طور پر ایسے قسم کو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے اور قسم توڑنے کی صورت میں کفارہ لازم ہو تا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ[26]

"اللہ تعالیٰ تمہارے لغو قسموں پر تمہاری پکڑ نہیں کرتا لیکن پکڑتا ہے اس پر جس کو تم ارادتاً کھالو لہٰذا اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اس درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینے ہیں یا ایک غلام آزاد کرنا ہے جس کو کچھ بھی میسر نہ ہو تو وہ تین دن تک روزے رکھے جب تم قسم کھا (کر توڑ دو) تو یہ اس کا کفارہ ہے اور اپنے قسموں کی حفاظت کیا کرو۔"

اس طرح فقہ حنفی کی کتاب ہدایہ میں لکھا ہے:

وَالمنعَقِدَةُ مَا يَحلِفُ عَلى أَمرٍ فِي المستَقبَلِ أَن يَّفعَلَهُ أَو لَا يَفعَلُهُ وَإِذَا حَنَثَ فِي ذِلِكَ لَزِمَتهُ الكَفَّارَةُ[27]

"یمین منعقدہ اس قسم کو کہتے ہیں جس میں آنے والے وقت میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عہد کیا جاتا ہو ایسے قسم کو پورا نہ کرنے کی صورت میں کفارہ لازم ہو جاتا ہے۔"

اور دوسری صورت کے مطابق، ماضی میں عدم فعل پر قسم کرنا، یمین غموس کے زمرے میں آتا ہے لہٰذا اگر یہ قسم سچی ہو تو کوئی گناہ نہیں اور اگر جھوٹی ہو تو اس کی سزا جہنم کی آگ ہے اس سے توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے جیسے کہ ہدایہ میں ہے:

> فَالغُمُوسُ هُوَ الحلفُ عَلٰى أَمرٍ مَاض يَتَعمدُ الكذبَ فيه فَهٰذِهِ اليَمينُ يَأثِمُ فيها صَاحِبُهَا " لِقولِهِ عليهِ الصلاةُ والسلامُ: " مَن حَلَفَ كَاذِبًا أَدخَلَهُ اللهُ النارَ " وَلاَ كَفارةَ فِيها إلا التَوبةُ وَالإِسغفارُ[28]

> "غموس ماضی کے کام پر قسم ہے جس میں قسم کرنے والا جھوٹ کا قصد کرتا ہے تو اس قسم سے بندہ گناہ گار ہو جاتا ہے جیسے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص جھوٹی قسم کھائے گا اس کو اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کرے گا اس میں توبہ واستغفار ضروری ہوتا ہے اور کفارہ نہیں ہے۔"

الغرض پہلی صورت کے مطابق، جرگہ کا طرفین سے قرآن کریم پر ہاتھ رکھوا کر وعدہ لینا شرعاً جائز ہے اور طرفین پر اس قسم کا لحاظ رکھنا واجب اور ضروری ہے اس طرح دوسری صورت کے مطابق مقتول فریق کی تسلی اور مدعیٰ علیہ فریق کی صفائی کے لئے بھی قسم دے کر صلح کرنا جائز ہے گویا شریعت، امن اور بھائی چارے کی فضاء قائم کرنے اور قتل وفساد کو دفع کرنے کے لئے جرگہ کے اس طرح کے فیصلوں کی حمایت کرتی ہے اور اس قسم کی خلاف ورزی کرنے پر شرعاً گناہ اور کفارہ لازم ہو جاتا ہے جب کہ معاشرتی طور پر بھی وہ شخص لوگوں کی نگاہ میں گر جاتا ہے البتہ قسم کو پورا کرنے سے اگر گناہ لازم ہوتا ہو تو شرعی طور پر ایسے قسم کو توڑنا ضروری ہے[29]۔

6. جلاوطنی کا فیصلہ کرنا

قتل عمد کی صورت میں "جرگہ" بعض اوقات اولیائے مقتول کے مطالبہ اور قاتل کی رضامندی سے یہ فیصلہ بھی کرتی ہے کہ قاتل، اولیائے مقتول کے گاؤں یا قریبی علاقے سے دور رہے گا اور ان علاقوں میں موجود اپنی رہائش کو ختم کردے گا، اس صورت میں گو کہ اولیائے مقتول، قاتل کو معاف تو کر دیتے ہیں تاہم اس کے وجود کو برداشت کرنا ان کے لئے مشکل ہوتا ہے گویا یہ جلاوطنی کی ایک سزا ہے جو قاتل کو دی جاتی ہے۔ شریعت میں جلاوطنی کو بطور سزا

جائز رکھا گیا ہے جس کو "تعزیر بالتغریب" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے "تعزیر بالتغریب" کا مطلب ہے جلاوطنی کی سزا دینا، جیسا کہ ڈاکوؤں کی سزا میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَوْيُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ[30] "اس جگہ سے دور کئے جائیں۔"

اس طرح نبی کریم ﷺ نے ان مخنثوں کو جلاوطن کیا تھا جو عورتوں کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے جیسا کہ امام ابوداؤد[31] نے نقل کیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِمُخَنَّثٍ قَدْ خَضَّبَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ بِالْحِنَّاءِ،فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَا بَالُ هَذَا؟ فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، يَتَشَبَّهُ بِالنِّسَاءِ، فَأَمَرَ بِهِ فَنُفِيَ إِلَى النَّقِيعِ[32]

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس مخنث لائے گئے جنھوں نے اپنے ہاتھوں اور پیروں پر مہندی لگائی تھی، نبی کریم ﷺ نے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو جواب میں کہا گیا کہ یارسول اللہ: یہ لوگ عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے ان کو نقیع کی طرف جلاوطن کرنے کا حکم دیا لہٰذا جرگہ کے جلاوطنی کے فیصلے کو شرعاً ناجائز نہیں کہا جاسکتا اگر اس پر فریقین کا صلح ہوسکتا ہو اور خاندان خون خرابے اور فساد سے بچ سکتا ہو تو ایسے فیصلے جواز کے زمرے میں آئیں گے۔"

7. بدل کی صورت میں ایک دوسرے کو معاف کرکے صلح کرانا

جب طرفین کی طرف سے قتل کے واقعات سامنے آچکے ہوں اور ہر ایک نے اپنے مقتول کے قتل کا بدلہ لیا ہو تو ایسی صورت میں مزید خون خرابے سے فریقین کو بچانے کے لئے جرگہ صرف مصالحت کرتی ہے اور فریقین بھی ایسی صورت میں مصالحت کے لئے آسانی سے آمادہ ہوتے ہیں چنانچہ جرگہ فریقین سے بات چیت کرکے ان کو اعتماد میں لیتی ہے اور معینہ وقت پر ان کو جمع کرکے قرآن کریم پر حلف لیا جاتا ہے اور حلف لینے کے بعد دونوں فریق کے سرکردہ افراد ایک دوسرے سے بغل گیر ہوجاتے ہیں جو صلح مصالحت کی ایک عملی شکل ہوتی ہے اور ایک دوسرے کو معاف کیا جاتا ہے۔

شریعت مطہرہ اس طرح کے صلحوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور اراکین جرگہ اگر خلوص نیت سے دو مسلمانوں کو آپس میں ملا کر ان کی دشمنی ختم کرانے کے جذبہ سے یہ کوششیں کریں تو یقیناً ان کا یہ عمل باعث اجر وثواب ہے۔ قرآن پر حلف لے کر وعدہ لینے کا جواز پہلے گذر چکا ہے جب کہ قتل کی صورت میں بدلہ لینے کے بعد ایک دوسرے کو معاف کر کے صلح کرنے کے بارے میں فتاویٰ عالمگیری نے لکھا ہے:

وَلَوْ صَالَحَهُ بِعَفْوٍ عَنْ دَمٍ عَلَى عَفْوٍ عَنْ دَمٍ آخَرَ جَازَ كَالْخُلْعِ، كَذَا فِي الِاخْتِيَارِ شَرْحِ الْمُخْتَارِ[33]

"اگر قتل کے بدلے قتل میں ایک دوسرے کو معاف کر کے صلح کیا جائے تو خلع کی طرح یہ بھی جائز ہے خلاصہ یہ کہ شریعت میں اس قسم کی صلح کرنا نہ صرف جائز بلکہ قابل تحسین ہے۔"

جرگہ میں احکام شرع کی تطبیق

شرعی طور پر جرگہ کے لئے قتل عمد کی صورت میں فریقین کی رضامندی سے مال پر صلح کرانا جائز ہے عموماً وہ مال "بدل صلح" کے ضمن میں آتا ہے اور اسی کو عرف عام میں دیت کا نام دیا جاتا ہے حالانکہ وہ شرعی دیت نہیں ہوتی، البتہ "بدل صلح" پر فیصلہ کرنے کی صورت میں جرگہ ماروں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ "بدل صلح" مقررہ شرعی دیت سے زائد مقدار میں نہ ہو اگرچہ ایسا کرنا جائز ہے لیکن معاشرے میں عرف بن جانے سے لوگوں کے لئے شریعت کی طرف سے دیت کی صورت میں مقررہ تخفیف کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ قصاص کے بدلے میں جو مال لیا جارہا ہو اس میں تمام ورثاء کا حق ہوتا ہے اس لئے ہر وارث کو اس کے مقررہ شرعی حصے کے بقدر دینا واجب ہے البتہ جس وارث نے قاتل کو بغیر کسی عوض کے معاف کیا ہو اس کا حصہ نہیں ہے[34]۔

اس طرح رسم "سورہ" کی شرعی اور معاشرتی قباحتوں کو دیکھ کر اس کی جتنی حوصلہ شکنی کی جائے کم ہے اس لئے کہ یہ نکاح محض "سزائے جرم" ہے نہ کہ عام معاشرتی نکاح، اس سے نہ تو نکاح کے دیرپا مصالح حاصل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی خاندانوں کو جوڑنے کی کوشش کامیاب ہو سکتی ہے بلکہ فریق مخالف محض مجرم فریق سے بدلہ چکانے اور اپنی عداوت کی بھڑاس نکالنے کے لئے ایک مظلوم "صنف" کو ساری عمر محکوم اور غلام رکھتا ہے اور اسے یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ اپنے مجرم خاندان کی کیے کی

سزا بھگت رہی ہے لہٰذا جرگہ کا اس قسم کے فیصلے کرنا شرعاً، اخلاقاً، قانوناً اور معاشرتاً ممنوع ہیں اس لئے ایسے فیصلوں کے خلاف لوگوں میں شعور پیدا کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

خلاصہ بحث

جرگہ، جو پختون معاشرے میں شرعی انسٹی ٹیوشن "تحکیم" کی ایک عملی شکل ہے، پختون معاشرے میں قتلِ عمد کے مسئلے میں فریقین کے مابین فیصلہ کرتے ہوئے سورہ، دیت کے نام پر اولیائے مقتول کو رقم دے کر راضی کرنا، فریقین میں صلح کرکے ارد گرد کے علاقے والے اور فریقین کے رشتہ داروں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا، مقتول فریق سے معافی مانگنا، قرآن کریم پر حلف اٹھانا، جلاوطنی کا فیصلہ کرنا، "بدل" کی صورت میں صرف ایک دوسرے کو معاف کرنا، جرگے کے قابل ذکر فیصلے ہیں لہٰذا اس تحقیق میں ان فیصلوں کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے، ان میں سے سورہ جیسے فیصلے شرعی، قانونی، اخلاقی اور معاشرتی طور پر حوصلہ شکنی کے قابل ہیں اس طرح دیت، معافی اور حلف کے فیصلوں میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ ان فیصلوں میں، شرعی حدود سے تجاوز کی مذمت کی جائے گی اور شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے ایسے فیصلے صادر کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی البتہ اراکینِ جرگہ کے انتخاب میں اگر شرعی اُصولوں کا خیال رکھا جائے تو یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اس مسئلے میں تمام فیصلے معاشرے کی بہتری، امن، خوشحالی اور مفاد کو مدِ نظر رکھ کر صادر ہوں گے لیکن اس کے لئے بیداری شعور کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ معاشرے کا دین دار طبقہ اور علمائے امت اس کارِ خیر میں اپنا کردار ادا کریں تو معاشرے میں اس قسم کے مسائل شرعی حدود کے دائرے میں فوری اور سہل طریقے سے حل ہوسکتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

1 سورۃ اسراء ۱۷: ۱۷

2 سورۃ بقرہ ۲: ۳۵

3 سورۃ مائدہ ۵: ۳۲

4 محمد دلم فیض داد، مترجم موسیٰ خان، جرگہ تاریخ کے آئینے میں: ۱۶، ادارہ استحکام پاکستان لاہور، (س۔ن)

5 شاہ سوار خان مم خیل: حاجی عبد المجید خان کا بیٹا ہے، مروت قوم کے ساتھ اُن کا تعلق ہے اور یہ حضرات سرائے نورنگ میں آباد ہیں۔ شاہ سوار خان اور اُن کے والد حاجی عبد المجید خان مقامی جرگوں کے سرکردہ رہنما ہیں اور دونوں باحیات ہیں۔

6 شاہ سوار خان مروت، جرگہ: ۱۸، طبع اول، دانش پرنٹنگ پریس پشاور، مارچ۲۰۰۸ء

7 علی بن أبی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی، أبو الحسن برہان الدین، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی ۴: ۴۲۲، داراحیاء التراث العرب، بیروت، لبنان، (س۔ن)

8 سورۃ البقرہ ۲: ۱۷۸

9 سورۃ النساء ۴: ۹۳

10 الہدایہ ۳: ۱۰۴

11 محمد بن محمد بن محمود اکمل الدین الرومی البابرتی، عنایہ شرح ہدایہ ۷: ۳۱۸، دارالفکر، بیروت، (س۔ن)

12 سورۃ البقرہ ۲: ۱۷۸

13 احمد بن علی ابو بکر رازی جصاص، احکام القرآن ۱۸۸: ۴-۱۹۳، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۵ھ

14 علاء الدین، أبو بکر الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۷: ۲۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۶ء

15 ایضاً ۷: ۲۴۷الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

16 وہ مال جو پورے نفس یا اعضاء کے بدلے مقرر ہو اس کو دیت کہتے ہیں، فقہ حنفی کی مشہور شرح فتح القدیر میں دیت کی تعریف یہ لکھی گئی ہے: اَلدِيَةُ اِسمٌ لِضَمَانٍ يَجِبُ بِمُقَابِلَةِ الادَمِيِّأَوعُضوٌ مِنهُ (ابن الہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر ۹: ۲۰۵، کتاب الدیات، دارالفکر، (۔ن))" دیت اس ضمان کا نام ہے جو آدمی یا اس کے عضو کے بدلے واجب ہو جائے۔" دیت کے لئے حضرات فقہائے کرام نے درج ذیل چیزوں کو متعین کیا ہے کہ قاتل ان میں سے کوئی ایک چیز اولیائے مقتول کو ادا کرے گا۔ اونٹوں میں سے دیت کی مقدار سو (۱۰۰) اونٹ سونے میں ایک ہزار (۱۰۰۰) دینار یا اس کے بقدر سونا چاندی میں سے دس (۱۰) ہزار دراہم یا اس کے بقدر چاندی (بدائع الصنائع ۲: ۳۰۹)

17 مفتی محمد شفیع، معارف القرآن ۱: ۷۴۳، ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی، مارچ ۲۰۰۱ء

18 لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخی، الفتاویٰ الہندیہ ۵: ۲۶۰، دار لفکر بیروت، ۱۳۱۰ھ

19 ایضاً ۱: ۲۸۷

20 امام حصکفی، الدر المختار شرح تنویر الابصار ۳: ۶۷، دارالفکر بیروت، ۱۹۹۲ء

21 ایضاً ۳: ۶۷

22 مولانا عبد الحق، ترتیب: مفتی مختار اللہ، فتاویٰ حقانیہ ۴: ۲۹۱، جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، ۲۰۰۹ء

23 سورۃ البقرہ ۲ :۱۷۹

24 جصاص، احمد بن علی ابو بکر رازی، احکام القرآن ۱: ۱۸۸-۱۹۳

25 الفتاویٰ الہندیہ ۴: ۲۶۰

26 سورۃ المائدۃ ۵ :۸۹

27 الہدایۃ ۲: ۳۱۷

28 ایضاً ۲: ۳۱۷

29 بدائع الصنائع ۴: ۴۵-۴۶

30 سورۃ المائدہ ۵ :۳۳

31 امام ابوداؤد، سلیمان بن الأشعث بن إسحاق الأزدی أبو داود السجستانی ۲۰۲ھ / ۸۱۷ء میں پیدا ہوئے آپ اپنے زمانے کے حدیث کے امام تھے۔ آبائی علاقہ سجستان ہے۔ حصول علم کے لیے بہت اسفار کیے۔ بصرہ میں ۲۷۵ھ / ۸۸۹ء کو فوت ہوئے۔ اپنے کتاب "السنن" کو ۵۰۰۰۰۰ اَحادیث سے منتخب کیا۔ آپ کی تصانیف میں "کتاب الزہد "کتاب المراسیل" "تسمیۃ الاخوۃ" مشہور ہیں۔(الزرکلی، خیر الدین بن محمود بن محمد، الأعلام ۶: ۳۲۴، دار العلم للملایین، بیروت، ۲۰۰۲ء)

32 أبو داود، سلیمان بن الأشعث، سنن ابی داؤد ۴: ۲۹۲، حدیث (۴۹۲۸) المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت (س۔ن)

33 الفتاویٰ الہندیہ ۴: ۲۶۱

34 بدائع الصنائع ۷: ۲۴۲